© rasailojaraid.com

اسلام کا اقتصادی نظام

اور

رسالہ ترجمان القرآن

از مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی

ندوۃ المصنفین دہلی نے جو کتابیں شائع کی ہیں۔ ان میں کتاب " اسلام کا اقتصادی نظام " اپنا ایک خاص امتیاز رکھتی ہے۔ اس زمانہ میں جبکہ دنیا کے نظامہائے معیشت و اقتصاد اپنی کمزور بنیادوں پر گر رہے ہیں۔ اس کتاب میں اسلام کے اقتصادی نظریوں کو پسندیدہ ترتیب کے ساتھ پیش کر کے دنیا کو، خاص طور پر دنیائے اسلام کو ان کی طرف دعوت پیش رفت دی گئی ہے آج جبکہ اشتراکیت کا اقتصادی حسن ہماری نئی نسل کی توجہ کو غیر مشروط طریقہ پر جذب کر رہا ہے اس قسم کی کتاب کا لوگوں کے ہاتھوں میں آنا مصنف کے اعلیٰ اسلامی احساس اور صادق مذہبی جذبہ کا ایک ایسا مظاہرہ ہے جس پر باتفاق آرار اظہار تحسین کیا جائے گا۔ لا مذہبیت کے اس دور میں مذہب کی مشعل روشن کرنا، آزادی فکر کے اس ماحول میں نظر و فکر کے لئے اسلام کی پابندیوں کو قبول کر کے قلم کو جنبش دینا، گمراہی کی اس بڑی اور پھیلی ہوئی دنیا میں مادہ پرستوں کے اقتصادی قلعوں کے مقابلہ میں اسلام کے قلعہ کی دیواروں کو بلند کرنا بڑی دلیری کا کام ہے اور اس کام پر کتاب کے مصنف مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب نہ صرف اسلامی ہند بلکہ تمام اسلامی دنیا کے شکریہ کے مستحق ہیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی تاریخ کے قدیم دور میں صدیوں پہلے اسلام کے اقتصادی نظام کا ایک قالب موجود تھا اور اس میں روح اور زندگی بھی متحرک نظر آتی تھی لیکن اس سلسلہ میں اب تک اس اہم موضوع پر مرتب شکل میں کوئی کتاب موجود نہ تھی۔ اُردو زبان کا علمی خزانہ بالخصوص اس گرانقدر متاع سے خالی تھا۔ حکومت و مملکت کے تصور میں اقتصادی نظام کا تصور محکم بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔ دولت کے نظام کے لئے دولت کا وجود اور ایک نظام کے ماتحت وجود لابدی ہو

ندوۃ المصنفین کا قیام عمل میں آیا تو اسلامی زندگی کے وہ تمام عواطف بھی بیک نظر سامنے آگئے جو اسلامی قانون، اسلامی اخلاق اور اسلامی تاریخ سے متعلق تھے چونکہ اقتصاد و معیشت کے مسائل نے دنیا کی عقل کے قافیہ کو تنگ کر رکھا تھا اس لئے ادارہ کے ایک رفیق اعلیٰ نے اس موضوع کا انتخاب کیا۔ اسلام کی طرف سے قلم کو سنبھالا اور مدت کی سعی اور وسیع مطالعہ کے بعد اسلام کے اقتصادی نظام کو جدید اسلوب پر مرتب کر کے ایک کتاب کی صورت میں پیش کر دیا۔ اس کام کی اصل قدر و قیمت اس کی اصل حقیقت سے متعلق ہے۔ اس خاص بات سے بھی کہ یہ کتاب پہلی مبارک کوشش ہے۔ آئندہ اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جائے گا اور بہت زیادہ لکھا جائے گا۔ مگر مستقبل کے کام کی ساری عمارت کی بنیاد یہی کتاب ہوگی۔ گویا یہ کتاب حال کا سفیر ہے جو ہمارے ماضی اور مستقبل کے درمیان تعلق برقرار رکھنے پر ہمیشہ زور دیتا رہے گا۔

سب جانتے ہیں کہ جب ایک کتاب کسی علمی ادارہ سے شائع ہوتی ہے تو ملک کے برگزیدہ علمی ادارے اور علمی اصحاب اس کے متعلق اظہار رائے کرتے ہیں۔ رائیں موافق بھی ہوتی ہیں مخالف بھی۔ تحسین بھی ہوتی ہے اور تنقید بھی۔ مگر اہل علم کبھی علم کے مقام سے نیچے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اتر کر اظہار رائے نہیں کرتے۔ اسلام کے اقتصادی نظام پر بھی دونوں قسم کی رائیں اشاعت پذیر ہوئیں۔ موافق رائے سامنے آئی تو خدا پر نظر گئی۔ تنقید صادق سامنے آئی تو اس کو دل میں جگہ ملی۔ اس لئے کہ مصنف محترم اپنے دیباچہ میں خود لکھ چکے ہیں کہ "مجھ کو ہدفِ ملامت بنانے کی بجائے منصفانہ طریقہ پر میری رہنمائی کی جائے"

خوش قسمتی یا بد قسمتی سے مولوی ابو الاعلیٰ صاحب مودودی نے بھی تنقید کے لئے قلم اٹھایا۔ اور رسالہ ترجمان القرآن کے نمبر ۴-۵ جلد نمبر ۱۷ میں جو کچھ لکھنا چاہا لکھ دیا۔ ان کو اس کتاب میں ایک خوبی (بدرجۂ مجبوری) اور اکیس ہزار عیب نظر آئے۔ ایک مصنف کے لئے ایک صحیح اختلافی رائے ہزار تحسین و آفرین سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے مگر ہمیں افسوس ہے کہ مودودی صاحب نے ایک علمی کتاب پر قلم اٹھایا۔ مگر نہ تنقید علمی ہے۔ نہ طرزِ تحریر علمی ہے نہ تنقید کا رجحان اور میلان علمی ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ متانت و سنجیدگی کے اس نئے علمی فلسفہ کو ہندوستان کا ایک اہل علم بھی قبول نہیں کرے گا۔

"اسلام کا اقتصادی نظام" کیسی کتاب ہے؟ ہم چاہتے ہیں کہ آپ ایک طرف ہندوستان کے ارباب علم کی آرار کا مطالعہ کریں اور دوسری طرف مودودی صاحب کی تنہا رائے کا۔ ذیل میں ہم چند آرار کا خلاصہ پیش کرتے ہیں۔

دار المصنفین اعظم گڈھ کا بلند پایہ علمی رسالہ معارف کتاب پر اپنے طویل تبصرہ میں لکھتا ہے

"خوشی کا مقام ہے کہ ندوۃ المصنفین کے ایک فاضل رکن مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اس فرض کفایہ کو ادا کیا، اس کتاب میں اُنھوں نے اسلامی نظام اقتصاد کے تمام بنیادی اجزاء، اسلامی حکومت کے نظام، اس کے فرائض، بیت المال کے مداخل و مخارج، زکوٰۃ و صدقات، اوقاف، تبرع احسان، کسب معاش کی ترغیب، صنعت و حرفت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تجارت، معدنیات، زمین، زمینداری، کاشتکاری، لگان، خراج، مالگذاری، سود، منشیات کی تجارت، تجارتی قمار، مزدور کی حیثیت، ان کے اور سرمایہ داروں کے حقوق وفرائض، اسلامی معاشرت وغیرہ ان تمام امور کے متعلق جن کا تعلق براہ راست سرمایہ ومحنت دولت اوراس کے مصرف سے ہے، یا بالواسطہ اقتصادیات پران کا اثر پڑتا ہے، اسلامی قوانین اوراس کی اخلاقی تعلیمات کو اس تفصیل وترتیب کے ساتھ پیش کیا ہے کہ اسلام کی اشتراکی روح اوراس کے نظام اقتصادیات کے تمام بنیادی مسائل اور اہم پہلو سامنے آجاتے ہیں، کتاب کے آخر میں اس نظام کا دوسرے مذاہب کی اقتصادی تعلیمات اور موجودہ دور کے اقتصادی نظاموں سے موازانہ کرکے دکھایا ہے کہ اسلام ہی کا اقتصادی نظام موجودہ اقتصادی مشکلات کا حل اوراس کا علاج ہے اور اسی کے ذریعہ دنیا کی اقتصادی فلاح ممکن ہے۔ اُردو میں اسلام اور اشتراکیت پر کافی لکھا جاچکا ہے۔ لیکن خالص اسلامی نقطہ نظر سے اور اس تفصیل اور جامعیت کے ساتھ اب تک کسی نے اس مسئلہ پر نگاہ نہیں ڈالی تھی۔ موجودہ اشتراکی رجحان اور مسلمان نوجوانوں کے غیر معتدل غلو اور بے راہ روی کے پیش نظر اس کتاب کی بڑی ضرورت تھی۔ مولانا حفظ الرحمن صاحب نے یہ کتاب لکھ کر وقت کے ایک بڑے تقاضے کو پورا کیا۔"

(انتہیٰ ملخصاً معارف جلد ۴۹ نمبر ۲)

ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب شیخ الجامعہ دہلی جو ہندوستان کے مشہور ماہر اقتصادیات ہیں۔ فرماتے ہیں

"میں نے اس کتاب کا دو مرتبہ مطالعہ کیا۔ اور میری قطعی رائے ہے کہ یہ کتاب اسلامی معاشیات کے سلسلہ میں ایک کامیاب کوشش ہے۔"

مولانا عبدالماجد دریاآبادی جنھیں بی۔اے دعلیگ) ہونے کے باوجود مودودی صاحب کی طرح علم معاشیات میں مہارت کا ادعا نہیں، اُنھوں نے کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے اگرچہ بعض

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شکوے کئے ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ ہی انھیں یہ بھی تسلیم ہے کہ "کتاب خاصی تلاش وتفحص کے بعد لکھی گئی ہے اور ایک سنجیدہ عنوان سے متعلق ایک سنجیدہ کوشش ہے" پھر آخر میں لکھتے ہیں "کتاب بحیثیت مجموعی مفید ہے اور ادارہ ندوۃ المصنفین بہرحال مستحق شکریہ ہے کہ اس نے اس اہم موضوع پر طبقۂ علماء کو متوجہ کیا توسہی"

(صدق جلد ۵ نمبر ۲۱)

مسٹر عبدالرحیم شبلی جو ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی طرح بے سندے نہیں، بلکہ بی۔ کام ہیں۔ اور اس لئے انھیں ضرورت نہیں کہ معمولی سے معمولی اردو کے الفاظ کے لئے قوسین میں انگریزی کے لفظ لکھ کر اپنی انگریزی دانی کا سکہ بٹھانے کی کوشش کریں۔ کتاب پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "موضوع کے اعتبار سے یہ تصنیف اردو ادب میں امتیازی درجہ رکھتی ہے، اور اسلامی حوالجات کے لحاظ سے مانع وجامع ہے ہمارے خیال میں یہ کتاب ہر جدید تعلیم یافتہ نوجوان کی نظر سے گذرنی چاہیے تاکہ اسے معلوم ہو کہ دنیا کے اقتصادی مسائل کا حل اسلام نے کس خوبی اور جامعیت وقطعیت کے ساتھ پیش کیا ہے"

(عالمگیر لاہور مارچ ۱۹۴۱ء)

ان رسائل وجرائد کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے بہت سے موقر اخبارات و رسائل نے اس کتاب پر وقیع آراء ظاہر کی ہیں اور مصنف کی کوشش کو سراہا ہے۔ لیکن ان سب کا یہاں نقل کرنا موجب طوالت ہوگا۔ اس لئے ہم انہی چند آراء کے نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

ان بلند پایہ آراء کا عکس ہمیں مسلمانوں کے اس علمی ذوق میں نظر آتا ہے کہ کتاب کا پہلا اڈیشن ابھی تیار ہوا تھا کہ ابھی دوسرا اڈیشن تیار کرایا جارہا ہے۔ اب آپ مولانا مودودی صاحب کی تنقید ملاحظہ کیجئے۔ اگر ہم تمام مضمون تنقید پیش کریں کرنے کی جرات کریں تو ہمیں یقین ہے کہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

علمار کا کیا ذکر کم علم اصحاب بھی اس انداز تحریر کو پسند نہیں کریں گے۔

خلاصہ کلام کے طور پر مودودی صاحب کی تنقید کے جستہ جستہ پارے نذر ناظرین کئے جاتے ہیں۔ اہل علم کی آرار کے الفاظ سے انکے ہر ہر لفظ کو ساتھ ساتھ ملایئے اور دونوں رایوں کو تولتے چلئے تاکہ مودودی صاحب کی رائے کی قیمت بھی متعین ہوتی رہے۔ البتہ اس بات کو اصل کے طور پر یاد رکھئے کہ دوسرے علمار نے جہاں کتاب اور مصنف کی عزت افزائی کی ہو وہاں مودودی صاحب نے ہر منزل میں دونوں کی توہین وتنقیص کی سعی بلیغ فرما کر ثواب دنیا وصلاح آخرت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔

فرماتے ہیں:۔

"ہم اس کو ناکام کوشش کہنے پر مجبور ہیں"

"کتاب کا ایک حصہ سب سے زیادہ افسوسناک ہے" "مصنف کی بصیرت عجیب وغریب اسلامی بصیرت ہے" "مصنف سرے سے اسلامی بصیرت نہیں رکھتا۔ اور کافرانہ نظام کے ماتحت زندگی بسر کرنے والوں میں ہے" "مصنف کے تحفظات طفل تسلی سے زیادہ نہیں" "مصنف کم ہمت ہے" "مصنف کا تعلق علمار کے اُس گروہ سے ہے جس پر کم ہمتی شکست خوردگی کا تسلط ہوگیا ہے" "یہ اسلامی نظریہ ہی کم بخت ہے" "عبارت کا ایک ایک لفظ عبرتناک ہے" "ان لوگوں نے انگریز کی دشمنی کو اک مستقل مذہب بنا لیا ہے" "یہ استدلال ایک مسلمان کے لئے کچھ کم شرمناک نہیں" "یہ خود عصبیت جاہلیت ہے" "اسلام کے پیروں کے متعلق لکھتے ہیں" "اس دین کے پیرو یا تو منافق ہیں یا نالائق یا پست ہمت" "ہر مسلمان کے لئے شرم سے ڈوب مرنے کی بات ہے۔ اللہ اللہ اسلام ہمارے اور ان کے جیتے جی اس حد کو پہونچ گیا ہے کہ شیطان بھی اس سے خوش ہونے لگا ہے"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ ہے تنقید؟ علمی کتاب پر علمی تنقید! جو ناکام کوشش کے نقطہ سے شروع ہوتی ہے اور افسوسناک کم ہمتی، شکست خوردگی، فقدان صلاحیت، باطل پروری، عصبیت جاہلیت۔ منافق، نالائق سے گزرتی گزرتی شیطان کی خوشی پر ختم ہوتی ہے انا للہ ثم انا للہ۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اس تمہید کے بعد اب ہم ذیل میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا وہ مضمون نقل کرتے ہیں جو انھوں نے کتاب کے مصنف ہونے کی حیثیت سے ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کے جواب میں لکھا ہے

ح۔ غ

مولوی ابوالاعلیٰ صاحب مودودی نے ندوۃ المصنفین کی کتاب "اسلام کا اقتصادی نظام" پر ترجمان القرآن جلد ۱۷ عدد ۴۔ ۵ میں جو تبصرہ کیا ہے۔ اُس کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دراصل یہ کتاب پر ریویو نہیں بلکہ اس پردہ میں مصنف اور جمعیۃ العلماء ہند کے معزز اراکین پر سب وشتم اور بدزبانی وگستاخ بیانی کے زہر سے بجھے ہوئے تیروں کی اس لئے بارش کی گئی ہے کہ یہ سب جناب مودودی صاحب کی بارگاہِ سیاست میں کشتنی وگردن زدنی ہیں۔

مودودی صاحب کی اُس پارٹی کی زبانی جو "من تراحاجی بگویم تومراحاجی بگو" کے مطابق ان کو بہت کچھ سمجھتی ہے۔ اکثر یہ سنا ہے کہ آپ سنجیدہ نویس اہل قلم میں سے ہیں، لیکن اس ریویو کے پڑھنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس بیسویں صدی کے دور میں اختلاف خیال کی بنا پر دوسروں کو گالیاں دینا اور غیر مہذب انداز میں اُنھیں ہدف لعن وطعن بنانا اور اس ناپاک اینٹ گارے پر اپنے ایمان، اپنے تقویٰ وطہارت اور اپنی دیانت کی تعمیر کو استوار کرنا یہی سب سے بڑی متانت اور سنجیدگی ہے۔

"اسلام کا اقتصادی نظام" کے متعلق تو مودودی صاحب نے صرف چند باتیں بیان کی ہیں باقی تبرّا اور سب وشتم کا ایک انبار ہے جو معتقدین یا مصنف کے احول سے منکرین کے لئے ضیافت طبع کا سامان ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لہذا گالیوں کے حصّہ کو چھوڑ کر ہم تنقید کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔

اوّل فرماتے ہیں کہ "علم المعیشت سے مصنف کی فنی واقفیت محض سرسری نوعیت کی معلوم ہوتی ہے"

اس کے متعلق صرف اس قدر لکھ دینا کافی ہے کہ اسلام نے جس علم المعیشت کا سبق قرآن عزیز، احادیث رسول اور ان دونوں سے متنبط فقہ کے ذریعہ ہم کو دیا ہے بحمد اللہ مصنف کی معلومات اس سلسلہ میں نہ صرف کافی ہیں بلکہ ناقد صاحب کے مبلغ علم سے بہت زیادہ بلند ہیں اور اگر ناقد صاحب کے دعویٰ کے ساتھ دلیل بھی ہوتی تو اس پر تبصرہ سے اس حقیقت کا بخوبی اندازہ ہو سکتا تھا۔

البتہ یورپ کے دورِ جدید میں "علم المعیشت" نے جو فنی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ اگرچہ مصنف براہِ راست انگریزی، فرانسیسی اور دوسری یورپین زبانوں سے اس سلسلہ میں مستفید نہیں ہوا مگر اُردو اور عربی زبانوں میں ہندوستان مصر اور بیروت وغیرہ میں اس سلسلہ کا جو بہترین ذخیرہ طبع ہوا ہے وہ مصنف کے پیش نظر رہا ہے اور اس کا اظہار خود مصنف نے کتاب کے مقدمہ میں کر دیا ہے اور اس قدر معلومات "اسلام کے اقتصادی نظام" کی تشریح و توضیح کے لئے بلاشبہ کافی ہیں۔ اس لئے ناقد صاحب کا یہ فرمانا کہ انھوں نے اپنے فراہم کردہ مواد کو سائنٹفک طریقہ پر مرتب کرنے کے بجائے عجیب طریقہ سے بکھیر دیا ہے "طرزِ نگارش کے اُن اصولوں پر تو ٹھیک ہے جن سے لوگوں کو مرعوب کر کے ان پر اپنی قابلیت کا سکہ بٹھانے اور اس طرح اُن سے داد حاصل کرنے کے لئے "سائنٹفک" اور اس قسم کے انگریزی کے موٹے موٹے لفظ بول دیئے جاتے ہیں خواہ اس دعوی کے لئے دلیل خاک بھی موجود نہ ہو۔ مگر علمی نقطۂ نظر سے اس قسم کا بے دلیل دعویٰ کوئی وزن نہیں رکھتا۔

بہتر یہ تھا کہ دشنام طرازی اور توہین آمیز الفاظ سے کاغذ سیاہ کرنے کی بجائے اس "سائنٹفک طریق" کا کوئی نمونہ بطور دلیل پیش کیا جاتا۔

مصنّف نے تو ناقد صاحب کے تعلّی آمیز طرز کے بالکل خلاف اپنی تصنیف میں صفائی سے عرض کر دیا ہے کہ اس اسلوب کے ساتھ اسلامی لٹریچر میں یہ پہلی سعی اور کوشش ہے اور بلاشبہ "السابقون

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الاولون" کا طغرائے امتیاز اس سلسلہ میں خدا کے فضل و کرم سے اُس کو ہی حاصل ہے۔

تاہم علمی اعتبار سے اس میں جو خامیاں نظر آئیں براہ کرم دیانت کے ساتھ مصنف کو ان سے آگاہ کر دیا جائے اور محض سیاسی افکار کے اختلاف کے پیش نظر کتاب کو بہانہ بنا کر کینہ جو طبائع مصنف سے بغض و حسد نکالنے کی سعی نہ کریں۔ مگر ناقد صاحب کی جولانی طبع اس سے باز نہ رہ سکی اور ایک مخصوص حلقہ سے مرحبا اور احسنت کی صدا سننے کے لئے مصنف کو خوب خوب گالیاں دیں اور نہ صرف اس کو بلکہ ان اعیان اُمت کو بھی جن کی بدولت ہندوستان میں قرآن و حدیث کی صحیح روشنی قائم و دائم ہے کسی عربی شاعر نے شائد اسی قسم کے اہل قلم کے متعلق یہ کہا ہے۔

اذا کان الطباع طباع سوء فلا ادب یفید ولا ادیب

دوسری بات ناقد صاحب نے یہ کہی ہے کہ "یہ اشتراکیوں کو راضی کرنے کی ایک تبلیغی کوشش ہے"

مصنف کی جانب سے اس کا جواب یہ ہے کہ "سبحانک ھذا بہتان عظیم" یہ مصنف پر بہت بڑا افترا اور بہتان ہے اور علمی بددیانتی کا ناقابل معافی جرم۔ اور یہ اس لئے کہ "اسلام کا اقتصادی نظام" میں خود جگہ جگہ ناقد صاحب کے اس بہتان کی تردید موجود ہے۔

مثلاً صفحہ ۳۵ پر ہے۔

> اسلام لوگوں کو ذاتی ملکیت سے نہیں روکتا اور وہ ایسے اقتصادی نظام کو تسلیم نہیں کرتا جس میں اشخاص و افراد کو اشیاء منقولہ کے علاوہ زمین اور ذرائع پیداوار پر کسی حیثیت اور کسی حالت میں بھی حق ملکیت حاصل نہ ہو اور وہ اس طریق کار کو "غیر فطری" اور ایسے نظام کو ناقص اور "غیر مطمئن نظام" سمجھتا ہے۔

اور صفحہ ۱۳۷ پر نقش ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تاہم وہ آراضی کی انفرادی وشخصی ملکیت کا قائل ہے، نیز مسطورۂ بالا اصول کا لحاظ رکھتے ہوئے بعض حالات میں "زمینداری" کو چند خصوصی احکامات کی حدبندیوں کے ساتھ تسلیم کرتا ہے

اور صفحہ ۱۴۷ پر درج ہے۔

بہرحال روایات حدیثی وتاریخی اس بات کا ثبوت فراہم کرتی ہیں کہ زمینداری اور کاشتکاری کا معاملہ اسلام کے دور اول میں مہاجرین وانصار کے درمیان بھی رہا ہے جبکہ بیشتر مہاجرین کاشتکار اور انصار صاحب زمین واملاک تھے۔

اور صفحہ ۱۵۴ پر ثبت ہے۔

اسی طرح وہ کاشتہ کار کو بھی یہ اجازت نہیں دیتا کہ وہ صاحب زمین کے اشتراک عمل کے بعد زبردستی قابض ہو جائے اور اس کو اپنی ذاتی ملکیت سمجھنے لگے۔ اس لئے کہ اس قسم کی تمام شرکتوں میں اصل مال صاحب مال ہی کا ہے اور صاحب محنت کی شرکت منافع میں ہے نہ کہ اصل شے میں۔

اور صفحہ ۲۱۷ پر تحریر ہے۔

لیکن دو امر ایسے ہیں کہ جن میں ان دونوں (اسلامی اقتصادی نظام اور اشتراکی اقتصادی نظام) کے درمیان بنیادی اور اساسی اختلاف ہے۔ اور یہ اختلاف زیادہ وضاحت کے ساتھ رونما ہو جاتا ہے جبکہ سوشلزم کا آخری درجہ "کمیونزم" (مارکسزم) کی شکل میں سامنے آتا ہے اور جس کا تجربہ آجکل روس میں ہو رہا ہے۔

اسلامی اقتصادی نظام	اشتراکی اقتصادی نظام
(۱) دولت وذرائع دولت میں انفرادی ملکیت کو تسلیم کرتے ہوئے اُس کی حدود قائم کردی جائیں	(۱) دولت وذرائع دولت سے انفرادی ملکیت کو مٹا دیا جائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(۲) بلحاظ معیشت، اختلاف مدارج تسلیم کرتے ہوئے احتکار کو رد کیا جائے۔	(۲) بلحاظ معیشت، اختلاف درجات کا انکار کیا کیا جائے اور معاشی لحاظ سے بھی سوسائٹی میں مساوات تسلیم کی جائے۔

اور صفحہ ۲۲۴ پر ضبط تحریر ہے۔

ان تفصیلات کے بعد یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ سوشلزم (اشتراکیت) کے یہ دو اصول دراصل اُس نظام اور اس سوسائٹی بلکہ اُس (عیسوی) مذہبی گروہ کے مقابلہ میں انتقامانہ جذبات کے ماتحت اصول قرار پائے ہیں جن کے ظالمانہ ماحول سے متاثر ہو کر کارل مارکس اور ہیگل نے اپنے نظریوں کی بنیاد قائم کی ورنہ یہ ہر دو اصول نہ علمی تجربہ کی خراد پر ٹھیک اُترتے ہیں اور نہ عقلی دلائل کی روشنی میں صحیح نظر آتے ہیں۔

ان حوالہ جات کے مطالعہ کے بعد ناقد صاحب کی اس دیانت وادعائے علم کا جائزہ لیا جا سکتا ہے جو مصنف پر یہ بہتان طرازی فرما رہے ہیں کہ اس تصنیف کا مقصد اشتراکیت کے لئے تبلیغی کوشش ہے مصنف اس خیانت علمی کے متعلق اس سے زیادہ اور کیا کہہ سکتا ہے

اذا فاتك الحياء فاصنع ما شئت

اور ان ہی حوالوں سے یہ بھی اندازہ ہو سکتا ہے کہ ناقد صاحب اپنی ہمہ دانی کے زعم میں مصنف پر جو یہ حملہ کرتے ہیں کہ دوسرے معاشی نظاموں کے تقابل کے وقت مصنف کی فاشزم اور مارکسزم سے ناواقفیت کا بُری طرح اظہار ہوتا ہے اور یہ کہ اس سلسلہ میں مصنف کا مطالعہ نہایت ناقص بلکہ غلط ہے۔"

غریب مصنف، ناقد صاحب کی طرح اپنی علمی قابلیت کی اشتہار بازی کا تو عادی نہیں ہے لیکن اُنکے اس دعوی بے دلیل کے بعد یہ ضرور ظاہر کر دینا پسند کرتا ہے کہ فاشزم اور مارکسزم کے متعلق اُس کا مطالعہ خدا کے فضل وکرم سے ناقد صاحب کے مبلغ علم سے بہت زیادہ اور بہت صحیح ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور اگر ناقد صاحب اس قسم کے غیر مہذب طرز سے الگ ہو کر چند اہل علم کی موجودگی میں اس موضوع پر مصنف سے بالمشافہ گفتگو کرنے کی جرأت کر سکیں تو روز روشن کی طرح واضح ہو سکتا ہے کہ ناقد صاحب کے بلند بانگ دعاوی میں کہاں تک صداقت موجود ہے کیا از راہِ کرم ناقد صاحب بتائیں گے کہ کیا وہ اس کے لئے تیار ہیں۔

"فھل ثم داعٍ او مجیب اذان"

رہا یوں بغیر دلیل کے دوسروں کے علم و دیانت پر حملہ کرنا تو یہ ناقد صاحب ہی کو مبارک ہو۔ اس لئے کہ اُن کی دیانت کا یہی تقاضہ ہے۔

ناقد صاحب کو اس کتاب میں اسلامی نظام معیشت کا کوئی واضح نقشہ نیا نظر نہیں آتا تو اس میں مصنف کا کیا قصور؟ خالص مذہبی اور جدید علمی حلقوں کی جانب سے جو آرار اس سلسلہ میں موصول ہوئی ہیں اُن سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی نظام معیشت کے پیش نظر یہ بہترین اسلامی خدمت ہے اور یہ کتاب اسلام کے اقتصادی نظام کا بہترین نقشہ پیش کرتی ہے۔

زیر بحث کتاب کے صفحہ ۲۲۶ پر "اسلام کے اقتصادی نظام کا اجمالی نقشہ" کے عنوان کے ماتحت جو کچھ تحریر ہے اس کے دیکھنے کے بعد بھی حاسدانہ نگاہیں اعتراف حقیقت سے منکر ہیں تو پھر "قلوب لا یفقھون بھا" کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ نظام اسلامی کی ترتیب و تدوین میں جب سے ناقد صاحب کی ممبری کا ذکر اخباروں میں آیا ہے اُس وقت سے وہ اس سلسلہ میں اپنی علمیت سے مرعوب کرنے کے لئے اس فکر میں ہیں کہ پہلے اُن تمام علمی خدمات کی تحقیر و تذلیل کر دینی ضروری ہے جو دوسرے کسی ادارہ یا شخصی کاوش کے زیر نگرانی عمل میں آئی ہیں۔

اور آگے چل کر اگرچہ اسی ذخیرہ سے استفادہ کر کے اپنی علمیت کا رعب جمایا جائے مگر کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ اس بیش بہا خدمت میں سبقت فلاں ادارہ یا فلاں شخص نے کی اور آج اُسی کا یہ نقش ثانی ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مگر ناقد صاحب کے علی الرغم ندوۃ المصنفین ہی سے ''اسلام کا نظام حکومت'' کے نام سے عنقریب ہی اس سلسلہ کی دوسری کتاب شائع ہونے والی ہے اور اس لئے ''والسابقون السابقون اولئک المقربون'' کی فضیلت اس ادارہ ہی کو حاصل ہوگی ولو کرہ الحاسدون۔

اس کے بعد ناقد صاحب لکھتے ہیں ''اس ناقص علم کی وجہ سے اُنھوں نے بے تکلف یہ نتیجہ نکال لیا ہے کہ فاشسزم کی بہ نسبت مارکسزم اسلام سے اقرب ہے ـــــ وہ اشتراکیت جسکو وہ اپنی عجیب وغریب اسلامی بصیرت کی بنا پر اسلامی نظریہ سے قریب تر سمجھ رہے ہیں ـــــ اسکو اسلام سے قریب وہی سمجھ سکتا ہے جو اُس کو نہ جانتا ہو یا سرے سے اسلامی بصیرت ہی نہ رکھتا ہو''

مصنف کو سخت حیرانی ہے کہ جبکہ اُس کی پوری کتاب میں کسی ایک جگہ بھی کوئی فقرہ ایسا نہیں ہے جس میں یہ کہا گیا ہو کہ اسلام بہ نسبت فاشیت کے ''اشتراکیت'' سے قریب تر ہے'' تو پھر اس دیدہ دلیری کی کیا تاویل کی جائے؟

ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین

البتہ مصنف نے ایک جگہ صرف اس قدر لکھا ہے۔

> اس میں شک نہیں کہ اقتصادی نظام کے بہت سے امور میں اسلام اور اشتراکیت متحد و متقارب نظر آتے ہیں

اور آگے چل کر یہ لکھا ہے۔

> لیکن دو امر ایسے ہیں جن میں ان دونوں کے درمیان بنیادی اور اساسی اختلاف ہے اور یہ اختلاف زیادہ وضاحت کے ساتھ رونما ہوجاتا ہے جبکہ سوشلزم کا آخری درجہ کیونزم (مارکسزم) کی شکل میں سامنے آتا ہے اور جس کا تجربہ آج کل روس میں کیا جارہا ہے۔ صفحہ ۲۱۶
>
> ورنہ یہ ہر دو اصول (یعنی مارکسزم کے اصول) نہ عملی تجربہ کی خراد پر ٹھیک اُترتے ہیں اور

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہ عقلی دلائل کی روشنی میں صحیح نظر آتے ہیں۔ صفحہ ۲۲۴

غور کا مقام ہے کہ جس "علمیت" یا "جہالت" کا یہ حال ہو کہ وہ اسلام اور اشتراکیت کے متقارب یا قریب تر ہونے "اور اسلام کے اقتصادی امور اور اشتراکیت کے اقتصادی امور کے متقارب ہونے" میں فرق نہ کر سکے بلکہ "متحد و متقارب ہیں" اور "متحد و متقارب نظر آتے ہیں" میں بھی امتیاز نہ کر سکے وہ دوسروں کو بددیانت جاہل، اور کافرانہ نظام کا حامی کہنے میں قطعاً بے باک ہو، سچ ہے المعترض کالاعمیٰ۔

اور سب سے زیادہ حیرت کا مقام یہ ہے کہ خود ناقد صاحب بھی اپنے الفاظ میں اس بات کا اقرار کئے بغیر نہ رہ سکے جس پر مصنف کو مجرم گردان رہے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"اشتراکیت چند ظاہری پہلوؤں میں اسلام سے کچھ قریب ہو تو ہو"

ناقد صاحب نے فیزم کو یہ کیوں نہ لکھا کہ وہ بھی چند ظاہری پہلوؤں میں اسلام سے کچھ قریب ہو تو ہو یہ بات صرف مارکسزم ہی کے لئے کیوں اختیار کی گئی اور مصنف نے تو اقتصادی نظام کے بعض امور کے قریب بتایا ہی ناقد صاحب کی طرح اسلام کے قریب نہیں بتایا۔

مانا کہ فاشزم اور مارکسزم اپنے فلسفہ اور روحانی نقطۂ نظر سے یکساں قابل لعنت ہے لیکن کیا اسلام نے یہ بھی تعلیم دی ہے کہ کسی بری شے میں کچھ خوبیاں ہو تو اُن کو ظاہر کرنا بھی حرام اور کفر ہے اگر ایسا ہی جیسا کہ ناقد صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے تو نہیں معلوم کہ قرآن عزیز کے اس ارشاد کی تاویل ناقد صاحب کیا کرتے ہیں کہ قرآن زمانۂ رسالت صلی اللہ وسلم کے نصاریٰ، یہود اور مشرکین کا نقشۂ اخلاق بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ یہود اور مشرکین کے مقابلہ میں نصاریٰ مسلمانوں کے ساتھ مودت میں زیادہ قریب ہیں اور اس کی دلیل میں تثلیث پرستوں اور قابل نفرت فلسفہ اور رہبانیت کے قائل عیسائیوں کے رہبان اور قسیسین کی غیر اسلامی عبادت گزاری اور تکبر جیسے مذموم خلق نہ ہونے کی تعریف میں رطب اللسان ہے۔ ارشاد ہے۔

لتجدن اشد الناس عداوۃ تو پائیگا سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں کا یہود یونکو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

للذین آمنوا الیھود والذین	اور مشرکوں کو اور تو پائے گا سب سے نزدیک محبت میں
اشرکوا ولتجدن اقربھم	مسلمانوں سے اُن لوگوں کو جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ
مودۃ للذین آمنوا الذین	ہیں۔ یہ اس لئے کہ نصاریٰ میں عالم ہیں اور درویش ہیں
قالوا انا نصاریٰ ذٰلک بان	اور اس لئے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔
منھم قسیسین ورھبانا و	
انھم لا یستکبرون ٥	

یعنی تینوں جماعتوں کے مشرکانہ عقائد و رسوم کے باوجود اور نصاریٰ کے طریقہ عبادت کے سراسر غلط ہونے کے باوجود اُن کے مسلمانوں کے اقرب مودۃ ہونے کی دلیل یہ بیان کی گئی کہ ان میں عبادت گزاری اور عدم تکبر کے اوصاف پائے جاتے ہیں۔

پس اگر مصنف نے فاشسزم اور مارکسزم کے قابل نفریں فلسفہ و روحانیت کے باوجود مارکسزم کے چند اقتصادی امور کو اسلام کے چند اقتصادی امور کے قریب تر کہہ دیا تو ناقد صاحب کے نزدیک مصنف بددیانت ہو اور انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ کر جہنم واصل کر دینے کے قابل ہے یہ ہے ناقد صاحب کا مبلغ علم اور یہ ہے اُن کی دیانت!

شاید ناقد صاحب اس سے غافل نہ ہونگے کہ ٹھوس علمی قابلیت اور شے ہے اور اس علمی تصنیفی بہتات کے زمانہ میں چند کتابیں سامنے رکھ کر مقالات لکھ دینا اور شے ہے اور اگر خدائیتعالیٰ نے کسی کو اس دوسرے امر کی توفیق عطا فرمائی ہے تو اس کے ذریعہ خدمت اسلام قابل مدح و ستائش ہے مگر اس کو دوسروں کی تحقیر و تذلیل کا آلہ بنا کر اپنی علمیت کا سکہ بٹھانا صد ہزار قابل نفرت و لعنت ہے۔

بہرحال اقتصادی نظام میں فیشسزم اور مارکسزم کی یکسانیت کا وہی شخص قائل ہو سکتا ہے جو ان ہر دو نظام بلکہ اقتصادی علوم کی ابجد سے بھی نابلد ہو۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصنف تو یورپ کی سرمایہ دارانہ ذہنیت کے اس ردعمل یعنی اشتراکیت کے نظام اقتصادی کو اسلام کے اقتصادی نظام کی ایک زبردست فتح سمجھتا ہے اور اس کے فلسفہ دہریت کو عیسائیت کی شکست سمجھتا ہو نہ کہ اسلام کی، ناقد صاحب اُس سے مرعوب ہوں تو ہوں مصنف کے اسلامی عزائم تو بحمداللہ اس سے مرعوب نہیں ہیں اور اُس کو یقین ہے کہ اگر فاشیت کا سرمایہ دارانہ نظام درہم برہم ہونے کے بعد اشتراکیت بروئے کار آبھی جائے تو اس کو ایک دن اسلام کے نظام کے سامنے سپر ڈالنی پڑے گی۔

ناقد صاحب اس کے بعد مصنف کی ایک عبارت نقل کر کے لکھتے ہیں۔

پھر فرماتے ہیں کہ یہ انقلاب دو نظریوں میں سے کسی ایک نظریہ کی بنیاد پر ہوسکتا ہے ایک خالص اسلامی نظریہ، دوسرا وہ نظریہ جو اسلامی نظریہ کے اصولوں سے قریب تر ہو (یعنی اشتراکی نظریہ)

اس جگہ "اسلامی نظریہ کے اصولوں سے قریب تر کی" تشریح میں ناقد صاحب کا یہ اپنا حاشیہ ہے جو مصنف کے بیان کردہ مقصد کے قطعاً خلاف ہے اور نقد وتبصرہ کے اصول کے پیش نظر سخت خیانت اور انتہائی بددیانتی ہے مصنف جبکہ صراحت کے ساتھ یہ لکھ چکا ہے کہ اشتراکیت (مارکسزم) کے اقتصادی نظام اور اسلام کے اقتصادی نظام میں ڈہ بنیادی اختلاف ہیں جو کسی طرح اسلامی اقتصادی نظام کے ساتھ جمع نہیں ہوسکتے اور کسی طرح قابل قبول نہیں ہیں۔ تو پھر خود وہ کس طرح دوسرے نظریہ سے "اشتراکی نظام اقتصادی" مراد لے سکتا ہے۔

دراصل مصنف کا مقصد تو یہ ہے کہ خالص اسلامی اقتصادی نظام کے لئے خالص اسلامی حکومت ضروری ہے اور اس وقت بظاہر اسباب ہندوستان میں خاص شرائط کے ساتھ مشترک حکومت کے امکانات زیادہ ہیں اور مصنف کے نزدیک اسلامی نظریہ حکومت کے لئے بطور مقدمۃ الجیش اس کو وقوع پذیر ہونے دینا مفید طریق کار ہو یہ مقصد نہیں ہے بلکہ مقصد تک پہنچنے کے لئے قریبی منزل ہے پس مقصد تک پہنچنے سے قبل اگر کوئی خالص اسلامی نظام اقتصادی قائم نہ ہوسکے تو مشترک حکومت میں کم از کم ایسا اقتصادی نظام ضرور رائج ہو جائے جو اسلام کے نظام اقتصادی کے اصول سے قریب تر ہو اور اس کے ساتھ مطابقت رکھتا ہو۔ پس مصنف جس راہ پر گامزن ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وہ اس قدر واضح اور روشن ہے کہ اُس میں نہ فسطائیت کی غلامی منظور رہے اور نہ اشتراکیت و مارکسزم کی۔ مگر ناقد صاحب چونکہ بصیرت اسلامی سے قطعاً محروم ہیں اس لئے مصنف کو خواہ مخواہ موردِ الزام بنا رہے ہیں۔

اس کے بعد ناقد صاحب فرماتے ہیں "جو چیز سر دست جامۂ عمل پہن ہی نہیں سکتی، بہتر تھا کہ سر دست اُس کی تشریح و تفسیر میں بھی وقت ضائع نہ کیا جاتا"

دیانت اور ایمانداری کے خلاف ناقد صاحب کا یہ طرز تحریر بد دیانت یورپین مصنفین کی ایجاد ہے خصوصاً اسلام دشمن عیسائی علماء کا اختراع ہے کہ جب اپنے پاس کسی مسئلہ میں دلائل کا فقدان ہو یا صحیح طریقۂ عمل کے لئے بزدلی، عیش پسندی، سرمایہ دارانہ رفاہیت طلبی، اور جبن و خوف نے رہرو منزل بننے کی توفیق سلب کر لی ہو تو عوام کے جذبات کو مشتعل کرنے اور اپنی بد دیانتی کو چھپانے کے لئے مخالف کے بیان کو ایسے بد نما انداز سے بیان کیا جائے کہ جس سے اصل حقیقت پر پردہ پڑ جائے اور فریق مخالف کے خلاف لوگوں کے دلوں میں نفرت کا جذبہ پیدا ہو جائے۔

مصنف نے اسلامی نظریہ کے متعلق اس کتاب میں کیا کچھ کہا ہے وہ قابل ملاحظہ ہے اور اُس کے بعد یہ لائق مطالعہ ہے کہ ہندوستان میں اس نظریہ کی کامیابی کے لئے طریق کار بیان کرتے ہوتے ہوئے اُس نے "سر دست" لکھ کر کیا مراد لی ہے۔

مصنف لکھتا ہے۔

> پس جس اقتصادی نظام میں افراط و تفریط کا شائبہ نہ ہو اُس کی اساس و بنیاد ماحول کے اثرات سے متاثر ہو کر منتقمانہ جذبات پر قائم نہ ہو (جیسا کہ اشتراکیت) وہ ایسے طرز حکومت کا حامی ہو جس میں اعلیٰ و ادنیٰ کے لئے مساوی حقوق کا حکم دیا گیا ہو، وہ تمام انسانوں کی معاشی زندگی کا متکفل ہو............
>
> وہی اس قابل ہے کہ دنیا کی معاشی زندگی کا کارخانہ بہتر طریقہ پر چلا سکے، اور سرمایہ محنت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کا عمدہ طور پر حل کر سکے ....

ایسے ہی نظام کا دوسرا نام "اسلام کا اقتصادی نظام" ہے اور اسی کی سربلندی کی دعوت میری اس جنبش قلم کا مقصد ہے۔ واللہ بصیر بالعباد صفحہ ۲۲۹

(احساس فرض) میری اس کد و کاوش کا مقصد محض علمی تفریح اور اسلامی لٹریچر میں اضافہ نہیں ہے بلکہ ایک صدائے قلب ہے جو صرف اس لئے یہ قلب سے نکل کر نوک قلم پر آگئی ہے کہ تمنا اور آرزو یہ ہے کہ ایک مرتبہ دنیا کے سامنے پھر اس بھولے ہوئے سبق کی یاد تازہ ہو، جس نے تیس سالہ پاک حکومت (خلفاء راشدین) کے دور میں ایران فارس سندھ مکران روم مصر شام عراق اور سرزمین عرب کے گوشہ گوشہ میں امن و اطمینان اور خوشحالی پیدا کر دی تھی۔

اگر فیسزم جرمنی و اٹلی پر قبضہ کر سکتا ہے اگر سوشلزم روس پر تسلط جا سکتا ہے تو اسلام کا اقتصادی نظام کیوں ٹرکی ایران افغانستان، مصر یا حجاز و یمن پر نہیں چھا سکتا مگر افسوس کہ ایسا نہیں ہے صفحہ ۲۲۹

ضرورت ہے کہ ہماری یہ آواز ان آزاد حکومتوں تک پہنچے اور کوئی ایک سلطنت ہی یورپین نظام ہائے اقتصادی سے مرعوب ہوئے بغیر اسلام کے اقتصادی نظام کو بروئے کار لائے اور دنیا کے سامنے نمونہ بن کر دکھلائے اور بتلائے کہ محنت و سرمایہ کی کشمکش کے انسداد اور عام خوشحالی کی ضمانت کیلئے اس سے بہتر کوئی "نسخہ کیمیا" نہیں ہے۔ یا پھر مسلمان خدا کا نام لے کر اٹھیں اور اپنا فرض ادا کریں صفحہ ۲۳۱۔

اور کتاب کے "پیش لفظ" میں مصنف نے تحریر کیا ہے۔

اور میری یہ پکار "مذہب سے نا آشنا اور یورپ کے انقلاب سے مرعوب ان نوجوانوں کیلئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے جو "الحاد" کے جھوٹے مگر چمکتے ہوئے نگینوں کو جوہر گوہر جانتے اور دنیا کے اس ظالمانہ کردار کار وعمل کبھی ہیگل اور کارل مارکس کے فلسفہ سوشلزم اور کمیونزم میں سمجھتے ہیں اور کبھی نیشنلزم اور یورپ کی ڈیماکریسی (جمہوریت) کو کعبۂ مقصود جانتے ہیں۔

یہ ہے مصنف کی اصل غرض اور اُس کا حقیقی منشاء "ولکن المنافقین لا یعلمون"۔ البتہ مصنف ہندوستان کی موجودہ حالت کے پیش نظر کہ یہاں ایک اجنبی حکومت کا تسلط ہے اور یہ مختلف مذاہب و ملل کا گہوارہ ہے اس مقصد کو کامیاب بنانے کے لئے دیانت کے ساتھ یہ رائے رکھتا ہے کہ ظاہری اسباب کے پیش نظر جس کے ہم عنداللہ مکلف ہیں حصول مقصد کے لئے ضروری ہے کہ پہلے یہاں درمیانی منزل پر قیام کیا جائے اور پھر آگے بڑھا جائے۔ وہ درمیانی منزل کیا ہے؟ مصنف نے اس کو ہندوستان پر اس نظام کو تطبیق دیتے ہوئے یہ کہا ہے۔

اور جو نظام بھی بنے اور عالم وجود میں آئے وہ چاہے اسلامی اقتصادی نظام نہ کہلائے مگر اس کے اصولوں پر ڈھلا ہوا ہو اور اُس سے قریب تر کہلانے کا مستحق ہو۔

اور یہ اس لئے نہیں کہ یہ ہمارا انتہائے نظر اور کعبۂ مقصود ہے بلکہ اس لئے کہ (حصول مقصد کے لئے) اسلامی نقطۂ نظر ہی کی بنا پر یہ وقت کا مناسب علاج ہے صفحہ ۲۳۳۔

مصنف اور اس کی جماعت اپنے اس طرز عمل کو غیر اسلامی طرز عمل اس لئے نہیں سمجھتی کہ اُسکے سامنے صلح حدیبیہ کا واقعہ موجود ہے جو فتح مکہ سے قبل ظاہری شکل میں اس لئے مغلوبانہ معاہدہ کی صورت میں ظہور پذیر ہوا کہ "فتح مبین" کے مقصد تک پہنچنے کے لئے درمیان کی اس منزل کا عبور ضروری تھا۔

اسی طرح مدینہ میں اسلامی طاقت کے اصل مقصد سے پہلے یہود کے ساتھ مذہبی آزادی کے ساتھ ساتھ مدینہ کی حفاظت کا مساویانہ معاہدہ کو بھی مقصد کی تکمیل کے لئے بیچ کی ایک ضروری کڑی سمجھا گیا۔

اگر مصنف کا یہ بتایا ہوا طریق کار غلط ہے اور ناقد صاحب کے نزدیک دوسرا کوئی طریق کار صحیح ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو اُن کا فرض ہے کہ مصنف اور اُس کی جماعت کی طرح اُس کے حصول کے لئے سر کی بازی لگا کر تن من دھن قربان کے عملی میدان میں آئیں اور اس کے لئے علم جہاد بلند کریں ورنہ صاحب ایثار اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے عملی جدوجہد کرنے والی جماعت کو گالیاں دینے اور مصنف کی کتاب کی آڑ میں بلا وجہ ان کو مورد لعن وطعن بنانے اور نہ صرف یہ بلکہ ہر جماعت پر نازیبا حملے کرتے رہنے کا نام دیانت اور ایمانداری نہیں ہو بلکہ منافقت بددیانتی، بے عملی اور بزدلی ہے۔

بلاشبہ عیش وراحت کے ساتھ گوشۂ عافیت میں بیٹھ کر مضامین لکھتے رہنے اور ساتھ ہی کالجوں اور یونیورسٹیوں کی ملازمت کی فکر کرتے رہنے سے نیز علماء ملت اور اعیان اُمت کی تحقیر و تذلیل کرنے سے اسلامی حکومت کا مقصد پورا نہیں ہو سکتا اور نہ اپنی منافقت اور دوں ہمتی چھپانے کے لئے دوسروں کو منافق اور کم ہمت کہنے سے اس مشکل کا حل ہو سکتا ہے۔

اللہ اللہ۔ اس بیسویں صدی کا کارنامہ دیکھئے کہ شیر قالین، شیر نیستاں کو آنکھیں دکھا رہا ہے۔

اس کے بعد ناقد صاحب ارشاد فرماتے ہیں۔

"در اصل یہ ہے کہ علماء کرام کے جس گروہ سے مولانا کا تعلق ہے اُس پر نااہلی کے ساتھ کم ہمتی اور شکست خوردگی کا تسلط ہو گیا ہے۔ ان لوگوں میں خود اپنے بل بوتے پر کوئی اسلامی تحریک اُٹھانے کی ہمت و صلاحیت نہیں رہی"............ "سرمایہ دارانہ نظام رکھنے والی طاقت دیکھ رہی ہے کہ اس دین کے پیرو یا تو منافق ہیں نالائق اور پست ہمت"

اللہ اللہ جس جماعت کے مقدس ارکان نے اسی ہندوستان میں خالص اسلامی انقلاب بپا کرنے کی سعی کی ہو جو اسلامی سربلندی کے لئے مالٹا اور مصر میں برسوں قید و بند اور مصائب و آلام کے شکار رہی ہوں جو اس ہندوستان میں اسی نیک مقصد کی خاطر قید و محن کی مصیبتیں جھیل چکے ہوں وہ اسلامی سربلندی کے لئے ہزاروں تجربوں کے بعد ایک راہ اختیار کریں تو وہ نااہل کم ہمت شکست خوردہ منافق نالائق بددیانت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور پست ہمت کہلائیں اور وہ بدبخت نا اہل جوان بزرگوں کے سامنے زانوئے ادب تہ کرنے کے قابل بھی نہ ہوں ، وہ بزدل اور بے ہمت جو ذاتی تعیش کو ایک لمحہ کے لئے بھی چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوں ، وہ گستاخ اور بدزبان جو سرتاسر بے عمل اور بددیانتی کے گرداب میں پھنسے ہوئے ہوں وہ آج دوسروں کا مضحکہ اڑا کر اپنے علم وتقویٰ اور مجاہدانہ زندگی کی بنیادیں استوار کرنا چاہتے ہیں اور آیتہ ,, لم تقولون مالا تفعلون کبر مقتنا عند اللہ ان تقولوا مالا تفعلون ،، کی وعید سے غافل ہو کر بزرگان ملت پر ناروا حملے کرتے ہیں آیۃ "تامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم ،، ایسے ہی "مجاہدین" کے حق میں نازل ہوئی ہے۔

یہ صحیح کہ اشتراکیت ملحدوں کی ہمت وجرأت سے پھیلی مگر یہ مصنف اور اُس کی جماعت کیلئے باعث عبرت نہیں اس لئے کہ خدا کے فضل سے وہ خود پامردی اور جرات کے ساتھ جس امر کو حق سمجھ رہے ہیں اُس کی کامیابی کے لئے برسر میدان ہیں ! باعث عبرت ہے اُن نامردوں کے لئے جو کاغذی گھوڑے دوڑا کر مسلمانوں کے قلوب میں انتشار تو پیدا کر رہے ہیں ان میں خوف اور جبن کا تو اضافہ کر رہے ہیں لیکن میدان میں آکر کسی نئی بات کے لئے سر فروشی سے جی چراتے ہیں اور اجنبی اقتدار کے خوف کا تپ ولرزہ اُن کے جسم پر طاری ہے صرف یہی نہیں بلکہ بے محل آیات واحادیث کا ذخیرہ پیش کر کے اُس اقتدار کے استحکام کو بالواسطہ تقویت پہنچانے کا سبب بنتے ہیں۔

اس سے آگے چل کر مصنف کے اُس مضمون پر سخت غیظ وغضب کا اظہار فرماتے ہیں جس میں اُس نے یہ ظاہر کیا ہے کہ ,, آج کل حکومت ایسے اعلانات سے خوش ہوتی ہے جو ہندوستان میں خالص اسلامی حکومت کے نام سے کئے جاتے ہیں (جس طرح اس سے خوش ہوتی ہے کہ خالص ہندو حکومت کا اعلان ہندو مہاسبھا کرتی رہے) مگر جو لوگ تمام ہندوستان کو ملا کر موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کے خلاف انقلاب کا نعرہ لگاتے ہیں اُن کو کسی طرح برداشت نہیں کرتی "۔ اور اس کے بعد سخت غم وغصہ میں ارشاد ہوتا ہے۔

اس عبارت کا ایک ایک لفظ عبرت ناک ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مصنف حیران ہے کہ اس غیظ وغضب کے کیا معنی ہیں؟ کیا یہ حقیقت نہیں ہے اور کیا یہ واقعہ کے خلاف ہے اگر یہ واقعہ اور حقیقت کے خلاف ہے تو مصنف کی عبارت میں اور ناقد صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت میں باعتبار مفہوم کیا فرق ہے۔ فرماتے ہیں۔

حتیٰ کہ موجودہ حالات میں وہ (انگریزی حکومت) اسلام کا نام لینے والوں کی پیٹھ ٹھونکنے سے بھی دریغ نہیں کرتی (ترجمان القرآن صفحہ ۳۹۲)

پس اگر مصنف کی عبارت کا ایک ایک نقطہ عبرتناک ہے تو وہ مصنف اور اس کی جماعت بلکہ ان کے ہمنوا مسلمانوں کے لئے نہیں ہے بلکہ ناقد صاحب اور اُن کے حواریوں کیلئے عبرتناک ہے جن کے متعلق انگریزی حکومت یقین رکھتی ہے کہ اسلامی نظریہ کے یہ قائل ایسے بزدل اور دوں ہمت ہیں بلکہ ان میں اکثریت ایسے منافقوں کی ہے جن کا مقصد ذاتی اغراض کی سربلندی، اور شہرت پسندی ہے نہ کہ انقلاب برپا کرنا لہٰذا اُن کی پیٹھ ٹھونکتی ہے اور اُن سے مرعوب نہیں ہوتی۔

پھر فرماتے ہیں۔

جو اسلامی نظریہ کے لئے کام کرے وہ سراسر باطل اور اشتراکی نظریہ کی حمایت کرے وہ برسرحق نعوذ باللہ من ذالک اگر اسی کا نام دیانت ہے تو ایسی دیانت کو سلام۔

مصنف نے نہ یہ الفاظ کسی جگہ تحریر کئے ہیں اور نہ کسی ایک جگہ اس مفہوم کے مطابق کوئی عبارت لکھی ہے۔ مصنف پر یہ سراسر بہتان اور افترا ہے۔ مصنف کی جانب سے چیلنج ہے کہ اُس کی کتاب سے اس مضمون کو دکھایا جائے ورنہ اس کے سوائے کیا کہا جا سکتا ہے لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔

بلاشبہ حق، حق ہے اور باطل، باطل مگر بددیانت اور قابل لعنت وہ ہے جو کلمۂ حق کہہ کر باطل کو فائدہ پہنچاتا ہے "کلمۃ حق ارید بہ الباطل" ایسے ہی موقع کے لئے کہا گیا ہے۔

اس سے آگے ارشاد عالی ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ان لوگوں نے انگریزوں کی دشمنی کو ایک مستقل دین بنا لیا ہے.......... اوّل تو یہ خود عصبیت جاہلیت ہے۔

مصنف اور اُس کی جماعت (جمعیۃ علماء ہند) نے انگریزوں کی دشمنی کو مستقل دین تو نہیں بنایا البتہ اسلام کی سربلندی کیلئے جو طریق کار اُس نے اختیار کیا ہے اگر اس سلسلہ میں یہ دشمنی بھی طریق کار کا جزء بن گئی تو اُنھوں نے ناقد صاحب کی طرح بزدلی اور کم ہمتی، نا اہلی اور شکست خوردگی بلکہ منافقت کی بدولت اُس راہ سے کترا کر گذرنے کی کوشش نہیں کی اور نہ اس کو اس لئے چھوڑا کہ ناقد صاحب اور ان کے ہمنواؤں کے نزدیک انگریز دوستی عین دین و ایمان ہے پس جو شخص اس کو عصبیت جاہلیت کہتا اور اس کو دینی عصبیت نہیں سمجھتا وہ ملت اسلامی کے پاک اصول سے نابلد اور ناآشنا محض ہے۔

ناقد صاحب اپنے زعم باطل سے ایک استدلال کو مصنف کے سر تھوپتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ

"یہ استدلال ایک مسلمان کے لئے حد درجہ شرمناک ہے"

قائل کے کلام کے خلاف معنی اور مفہوم پیدا کر کے اُس کو استدلال کی شکل دینا حد درجہ شرمناک ہے اور ایک مسلمان مدعی علم کے لئے نہ صرف شرمناک بلکہ قابل صد ہزار نفرت ہے اس لئے شرمناکی کے مرتکب خود ناقد صاحب ہیں نہ کہ مصنف۔ مگر اس مقام پر جو سب سے زیادہ حیرت انگیز اور حد درجہ شرمناک بات ہے وہ ناقد صاحب کی یہ عبارت ہے۔ فرماتے ہیں۔

بخلاف اس کے اسلام سے وہ (انگریز حکومت) اس لئے بے خوف ہے کہ اس کو کوئی طاقت اسلام کی پشت پر نظر نہیں آتی حتیٰ کہ موجودہ حالات میں وہ اسلام کا نام لینے والوں کی پیٹھ بھی ٹھونکنے سے دریغ نہیں کرتی۔

خط کشیدہ عبارت کو بغور پڑھئے اور پھر سوچئے کہ مصنف نے جس بات کو اس مضمون میں ادا کیا ہے ناقد صاحب ابھی جس کے ایک ایک لفظ کو "عبرتناک" فرما رہے تھے یکدم قلا بازی کھا کر خود اسی کی تائید

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فرمانے لگے اور وہی کچھ کہنے لگے جس کو چند سطر پہلے مدد درجہ عبرتناک اور شرمناک فرما رہے تھے۔

معلوم نہیں بوالعجبی کی یہ کون سی قسم ہے؟

آگے ارشاد ہے۔

کیونکہ وہ دیکھ رہی ہے کہ اس دین کے پیرو یا تو منافق ہیں یا نالائق اور پست ہمت۔

ناقد صاحب کا ایک ایک لفظ صحیح ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جن کا ذکر مصنف نے اس "عبرتناک" مضمون میں کیا ہے اور خود ناقد صاحب اور ان کے پیرو بھی اسی زمرہ میں شامل ہیں در اصل ناقد صاحب کا یہ جملہ اپنے قول سے خود اپنے اوپر شہادت ناطق ہے۔ اور ان میں سے بعض لوگوں کی تحریریں مصنف نے خود دیکھی ہیں جس میں یہ لکھا گیا ہے کہ میں قرآن وحدیث کے حوالوں سے اسلامی حکومت کے نظریہ کو جو اس وقت پیش کر رہا ہوں بیشک وہ حکومت کے اشارہ پر کر رہا ہوں۔ اس کے برعکس حکومت ان مسلم جماعتوں سے سخت خائف ہے جو اسلامی نظریہ کی تکمیل کے لئے درمیان کی منزل کو عبور کرنے کی سعی کر رہے ہیں۔ اور یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ہندو ایک طرف ہندو حکومت کا نعرہ لگا رہے ہیں اور دوسری جانب مسلمان اسلامی حکومت کا اعلان کر رہے ہیں اور حکومت مسرت اور خوشی کے ساتھ اس اکھاڑہ کا تماشہ دیکھ رہی ہے مگر ان دونوں سے الگ مجاہد اور سرفروش مسلم جماعتوں کے ارکان کے ایک ایک لفظ پر قید و بند کے فیصلے سنا رہی ہے

اس کے بعد ارشاد ہے۔

بس در اصل یہ صورت حال جس کو مولانا صاحب نے دلیل میں پیش فرمایا ہے اُن کے طرز عمل کے برحق ہونے کی دلیل نہیں ہے بلکہ ان کے لئے اور ہر مسلمان کے لئے شرم سے ڈوب مرنے کی بات ہے

مصنف کا طرز عمل تو تفصیل بالا کے ماتحت بالکل حق بجانب ہے البتہ ناقد صاحب کا طرزِ عمل "لم تقولون مالا تفعلون" کی جیتی جاگتی تصویر ہے اور اس لئے مصنف اور ہر مسلمان کو شرم سے ڈوبنے کی بجائے خود اُن کو شرم سے ڈوب مرنا چاہئے بشرطیکہ دریائے راوی کی موجیں اس امانت ناگوار کو اپنی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آغوش میں لینے کے لئے تیار ہوں۔

پھر فرماتے ہیں۔

اللہ اللہ اسلام ہمارے اور اُن کے جیتے جی اس حد کو پہنچ گیا کہ اب شیطان اُس سے خوش ہونے لگا۔

ناقد صاحب کی چونکہ اسلامی تعلیم بہت ناقص ہے۔ اخباری مضامین لکھتے لکھتے تحریر کا ایک سلیقہ پیدا ہوگیا ہے جس سے وہ ناجائز فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ اس لئے اُنھوں نے یہ شعلہ بار جذباتی الفاظ لکھ کر داد لینے کی ناکام کوشش فرمائی ہے ورنہ انھیں معلوم رہنا چاہئے کہ شیطان اس قسم کے منافقانہ اسلامی دعاوی سے "جس کا ذکر مصنف نے اپنی کتاب میں کیا ہے" ہمیشہ ہی خوش رہا ہے مگر اس کی خوشی کو ہمیشہ ہی اہل حق اور مجاہدین اپنے پاؤں سے کچلتے رہے ہیں۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں "مسجد ضرار" کا واقعہ اسی دعویٰ کی ایک مثال ہے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چند منافقین نے آکر یہ عرض کیا کہ اُنھوں نے خدا کے ذکر اور اُس کے کلمہ کی بلندی کے لئے مسجد بنائی ہے آپ چل کر اس میں نماز ادا فرمالیں تاکہ برکت ہو جائے تو اُس وقت بھی شیطان "اسلام کی سربلندی" کے اس دعویٰ پر اسی طرح خوش ہوا تھا جس طرح آج گورنمنٹ آف انڈیا کے دفتری ملازمین اور کالجوں اور یونیورسٹیوں میں ملازمت تلاش کرنے والے مجاہدین، رازی اور غزالی بن کر "اسلام کی سربلندی" کے دعاوی بلند کر رہے ہیں

ناقد صاحب کے ریویو کے یہ چند جملے تھے جو ہدیۂ ناظرین ہوئے اگر انسانیت اور شرافت و تہذیب کا ماتم کرنا ہو تو رسالہ ترجمان القرآن جلد ۷، عدد ۴۔ ۵ صفحہ ۲۸۹ تا ۳۱۳ کا مطالعہ ضروری ہے

آخر میں پھر عرض یہ ہے کہ دیانت کے ساتھ اختلاف مذموم نہیں، اور شرافت و تہذیب کے ساتھ تنقید ایک مستحسن فعل ہے لیکن اختلاف کی حدود سے نکل کر بغض و عناد اور غیر مہذب اور ذلیل طرز اختیار کرنا سخت قابل ملامت فعل ہے۔

کیا ناقد صاحب اس طرح اُس مشن کی تکمیل نہیں کر رہے ہیں جو الحاد و زندقہ کی خاطر مذہبی پابندیوں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سے آزادی کی تڑپ میں علمارِ حق کے خلاف طوفان بے تمیزی برپا کئے ہوئے ہیں اور برے اور اچھے کے فرق و امتیاز کے بغیر مولوی اور عالمِ دین کی تضحیک و تذلیل کو وقت کا فیشن بنائے ہوئے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ناقد صاحب بھی اسی فیشن کی تائید کے ذریعہ اپنی شہرت کے طالب ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون

گر خدا خواہد کہ پردہ کس درد　　میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

مگر ناقد صاحب اور اُن کی اس روش کے ہمنوا اس کو نہ بھول جائیں کہ جس طرح یہ طوفان ۱۸۵۷ء کے بعد ملحدانہ تحریک کی راہ سے اُٹھ کر ناکام ہوا تھا اُسی طرح اب بھی اس کی عمر بہت کم ہے اور اگر ناقد صاحب جیسے "مولانا" اور "متکلم اسلام" اس رو میں بہہ نہ گئے ہوتے تو شاید یہ سر اُٹھاتے ہی کچلا جاتا۔

علم حق اور دین، خود کوئی جسم نہیں ہیں کہ اُس کو لے کر کوئی دین کا حامل بن جائے اگر علمارِ حق باقی ہیں تو دین بھی باقی ہے اور یہ نہیں تو اُس کا بھی اللہ والی ہے بلاشبہ کسی معین عالم پر دین کا بقار موقوف نہیں اور یقیناً علمارِ سور دین کے لئے ایک ناسور ہیں، لیکن علمارِ سور کی آڑ لے کر علمارِ حق کی تذلیل و توہین کرنا یا صرف اپنے خیالات سے مختلف ہونے پر علمارِ حق اور علمارِ سو کی معرفت قائم کرنا اسلامی اصول کے سخت خلاف اور باعثِ تخریب دین و قوم ہے۔

© rasailojaraid.com